DAR-UL-IFTA
Jamia-tur-Rasheed, Karachi
Pakistan, 75950

دارالافتاء جامعۃ الرشید کراچی

حوالہ نمبر: 13655/43	فتویٰ نمبر: 74081/61	سائل: سید عدنان	مجیب: عبداللہ ولی
مفتی: محمد حسین خلیل خیل	مفتی: سید عابد شاہ	مفتی:	
کتاب: خرید و فروخت کے احکام	باب: خرید و فروخت کے جدید اور متفرق مسائل		تاریخ: 2021-09-13

ادھار چیز نقد کی بنسبت مہنگی بیچنے کا حکم

اگر کوئی شخص کہے کہ اسے 200 بوری کھاد چاہیے، جس کی نقد قیمت 1800 روپے ہے۔ لیکن خریدار پیسے 4 ماہ بعد ادا کرے گا اور 4 ماہ بعد وہ فی بوری 300 روپے اضافی دے کر 2100 روپے کے حساب سے پیسے ادا کرے گا۔ اور اس بات پر وہ خود رضامند ہو تو کیا اس طرح اضافی رقم لینا جائز ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب

صورتِ مسئولہ میں کھاد کی بوری ادھار، نقد کی بہ نسبت زیادہ قیمت پر بیچنا مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ اگر ان میں سے کسی ایک شرط کی بھی خلاف ورزی ہوگی تو معاملہ جائز نہیں ہوگا۔

(الف)۔۔۔ معاملہ کرتے وقت یہ بات واضح طور پر طے ہو جائے کہ ادھار قیمت پر معاملہ ہو رہا ہے یا نقد۔ لہٰذا اگر بائع نے نقد اور ادھار دونوں قیمت بتا دیئے، لیکن بائع اور مشتری کے ایک دوسرے سے جدا ہونے سے پہلے اس بات کی تعیین نہ ہو کہ قیمت ادھار ہوگی یا نقد تو پھر یہ معاملہ ناجائز ہوگا۔

(ب)۔۔۔ قیمت کی ادائیگی کا ایک متعین وقت مقرر ہو۔ اگر قیمت کی ادائیگی کا ایک متعین وقت مقرر نہ ہو تو یہ معاملہ فاسد ہوگا۔

(ج)۔۔۔ قیمت مقرر ہونے کے بعد اس میں کوئی کمی بیشی نہ ہو، بالخصوص بعد میں مدت میں اضافہ یا تاخیر کی وجہ سے نہ قیمت میں اضافہ ہو اور نہ جرمانے کے نام پر زائد رقم وصول کی جائے کہ یہ سود ہے۔

الهداية (3/58-22):

قال ويجوز البيع بثمن حال ومؤجل إذا كان الأجل معلوما لإطلاق قوله تعالى { وأحل الله البيع } وعنه عليه الصلاة والسلام أنه اشترى من يهودي طعاما إلى أجل معلوم ورهنه درعه ولا بد أن يكون الأجل معلوما؛ لأن الجهالة فيه مانعة من التسليم الواجب بالعقد فهذا يطالبه به في قريب المدة وهذا يسلمه في بعيدها.........الخ

قال: ومن اشترى غلاما بألف درهم نسيئة فباعه بربح مائة ولم يبين فعلم المشتري فإن شاء رده وإن شاء قبل لأن للأجل شبها بالمبيع ألا يرى أنه يزاد في الثمن لأجل الأجل......الخ

+9221-1111-68384
ask@almuftionline.com
www.almuftionline.com
Phase 1, Sector: 4, Ahsanabad, Karachi, Pakistan

المفتی آن لائن
ALMUFTI ONLINE

دارالافتاء جامعۃ الرشید سے جاری ہونے والا ہر فتویٰ درج کیے گئے سوال کے مطابق دیا جاتا ہے، اگر حقیقتِ حال پوچھے گئے سوال کے برعکس ہو تو یہ فتویٰ کالعدم سمجھا جائے گا۔

بحوث فی قضایا فقهية معاصرة (1/14-12):

ومن هنا ينشأ السوال: هل يجوز أن يكون الثمن المؤجل أكثر من الثمن الحال؟. وقد تكلم الفقهاء فی هذه المسألة قديما و حديثا؟ فذهب بعض العلماء إلی عدم جوازه، لكون الزيادة عوضاً عن الأجل، وهو الربا، أو فيه مشابهة للربا، وهذا المذهب مروی عن زين العابدين علی بن الحسين، والناصر والمنصور بالله، والهادوية، كما نقل عنهم الشوكانی رحمه الله.

أما الأيمة الأربعة وجمهور الفقهاء والمحدثين، فقد أجازوا البيع المؤجل بأكثر من سعر النقد، بشرط أن يبت العاقدان بأنه بيع مؤجل بأجل معلوم، وبثمن متفق عليه عند العقد. فأما إذا قال البائع: أبيعك نقداً بكذا ونسيئة بكذا، وافترقا علی ذلك، دون أن يتفقا علی تحديد واحد من السعرين، فإن مثل هذا البيع لا يجوز، ولكن إذا عين العاقدان أحد الشقين فی مجلس العقد، فالبيع جائز............... ولكن اختلاف الأثمان هذا إنما يجوز ذكرها عند المساومة، و أما عقد البيع فلا يصح إلا إذا اتفق الفريقان علی أجل معلوم وثمن معلوم، فلا بد من الجزم بأحد الشقوق المذكورة فی المساومة. فلو قال البائع مثلا: إن أديت بالثمن بعد شهر فالبضاعة بعشرة، وإن أديته بعد شهرين فهو باثنی عشر، وإن أديته بعد ثلاثة أشهر فهو بأربعة عشر، و افترقا علی ذلك بدون تعيين أحد هذه الشقوق زعما من المشتری أنه سوف يختار منها ما يلائمه فی المستقبل؛ فإن هذا البيع حرام بالإجماع ويجب علی العاقدين أن يعقداه من جديد بتعيين أحد الشقوق واضحا.

حوالہ نمبر: 13655/43	فتویٰ نمبر: 74082/61	سائل: سید عدنان	مجیب: عبد اللہ ولی
مفتی: محمد حسین خلیل خیل	مفتی: سید عابد شاہ	مفتی:	
کتاب: خرید و فروخت کے احکام	باب: قرض اور دین سے متعلق مسائل		تاریخ: 13-09-2021

قرض پر مشروط اضافہ لینے کا حکم

اگر کسی شخص کو نقد رقم کی ضرورت ہے اور وہ ہمارے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ اسے 200 بوری کھاد کے پیسے دیدیں جو کہ نقد 1800 روپے فی بوری ہے، جبکہ وہ شخص کہتا ہے کہ وہ پیسے چاول کی فصل کاٹ کر ادا کرے گا اور 300 روپے فی بوری اضافی دے گا یعنی 2100 روپے فی بوری ادا کرے گا۔ کیا ہم اس طریقۂ کار کے مطابق 300 روپے اضافی لے سکتے ہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب

سوال میں ذکر کردہ صورت شرعاً ناجائز اور حرام ہے؛ کیونکہ اس میں فریقین کا مقصد کھاد کی خرید و فروخت نہیں ہے، نہ ہی وہ کھاد کا قبضہ دیتے اور لیتے ہیں، بلکہ کھاد کا ذکر محض زبانی کلامی ہوتا ہے،

+9221-1111-68384
ask@almuftionline.com
www.almuftionline.com
Phase 1, Sector: 4, Ahsanabad, Karachi, Pakistan
المفتی آن لائن ALMUFTI ONLINE
دارالافتاء جامعۃ الرشید سے جاری ہونے والا ہر فتویٰ درج کیے گئے سوال کے مطابق دیا جاتا ہے، اگر صورت حال پوچھے گئے سوال کے برعکس ہو تو یہ فتویٰ کالعدم سمجھا جائے گا۔

حقیقت میں 1800 روپے قرض پر 300 روپے اضافی وصول کیے جاتے ہیں جو کہ سود ہے، اور سود شرعاً سخت ناجائز اور حرام ہے، اس سے بچنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

القرآن الكريم:

{الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانْتَهَىٰ فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ} [البقرة: 275].

حوالہ نمبر: 13655/43	فتویٰ نمبر: 74083/61	سائل: سید عدنان	مجیب: عبداللہ ولی
مفتی: محمد حسین خلیل خیل	مفتی: سید عابد شاہ	مفتی:	
کتاب: خرید و فروخت کے احکام	باب: قرض اور دین سے متعلق مسائل		تاریخ: 13-09-2021

قرض پر اضافہ اور اس کے متبادل 'بیع تورق' کا حکم

کسی شخص کو نقد رقم کی ضرورت ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اسے 200 بوری کھاد کے پیسے مل جائیں۔ وہ یہ طریقہ اختیار کرتا ہے کہ کھاد کے ڈیلر سے بات کرتا ہے کہ 200 بوری کھاد کے جو پیسے بنتے ہیں، وہ اس کے لیے اتنی رقم کے موبائل خریدے۔ مثلاً اگر 200 بوری کھاد کی رقم 350000 بنتی ہے تو وہ اتنی رقم کے موبائل خریدے۔ چنانچہ کھاد کا ڈیلر اس کے ساتھ موبائل کی مارکیٹ میں جاتا ہے، یہ شخص جس دکان دار سے موبائل خریدنا چاہتا ہے، موبائل خرید لیتا ہے، اور کھاد کا ڈیلر اس کی طرف سے قیمت دیدیتا ہے۔ خریداری اسی شخص کی ہوتی ہے، کھاد کے ڈیلر کی نہیں، وہ صرف اس کی طرف سے قیمت ادا کرتا ہے۔ اس کے بعد وہ شخص وہی موبائل فون اس دکان والے کو واپس کر کے نقد 350000 رقم وصول کر لیتا ہے؛ کیونکہ اس نے دکان دار سے پہلے سے بات کی ہوتی ہے۔ کھاد والے کا پھر اس معاملے سے مزید کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اور یہ شخص 200 بوری کھاد کے جو 350000 روپے بنتے ہیں وہ کھاد کے ڈیلر کو 3 ماہ بعد واپس کرے گا اور 300 روپے فی بوری اضافی ادا کرے گا یعنی 2100 روپے فی بوری ادا کرے گا۔ اور اس بات پر وہ شخص خود راضی ہو۔ سوال یہ ہے کہ کیا اس طریقے سے نفع حاصل کرنا جائز ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب

سوال میں ذکر کردہ معاملہ شرعاً ناجائز ہے؛ کیونکہ کھاد کا ڈیلر اس شخص کی طرف سے جو ادائیگی کرتا ہے وہ اس شخص کے ذمے اس کا قرض بن جاتا ہے، پھر کھاد کا ڈیلر 3 ماہ بعد اس سے اپنا یہ قرض اضافہ

+9221-1111-68384
ask@almuftionline.com
www.almuftionline.com
Phase 1, Sector: 4, Ahsanabad, Karachi, Pakistan

دارالافتاء جامعۃ الرشید سے جاری ہونے والا ہر فتویٰ درج کیے گئے سوال کے مطابق دیا جاتا ہے، اگر صورت حال پوچھے گئے سوال کے برعکس ہو تو یہ فتویٰ کالعدم سمجھا جائے گا۔
المفتی آن لائن ALMUFTI ONLINE

کے ساتھ وصول کرتا ہے۔ اور قرض پر مشروط اضافہ سود ہونے کی وجہ سے حرام ہے جس سے اجتناب لازم ہے۔ سود رضامندی سے جائز نہیں ہوتا۔ اس معاملے کی متبادل جائز صورت یہ ہو سکتی ہے کہ:

کھاد کا ڈیلر پہلے اپنے لیے موبائل خرید کر اپنے موبائلوں کو اس دکان دار کے دیگر موبائلوں سے الگ کر دے اور ان پر قبضہ کر لے، کھاد کے ڈیلر اور دکان دار کے اس معاملے سے اس شخص کا کوئی تعلق نہیں ہو گا جس کو پیسوں کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد کھاد کا ڈیلر جتنا نفع لینا چاہتا ہے، اتنے نفع کے ساتھ وہ موبائل اس شخص کو ادھار بیچ دے اور بیع میں ادھار قیمت کی ادائیگی کے لیے ایک متعین مدت / تاریخ مقرر کر لے۔ اگر کھاد کا ڈیلر اپنے لیے باقاعدہ موبائل نہ خریدے، صرف کاغذی کاروائی کرے، یا موبائل تو خریدے لیکن ان پر قبضہ کرنے سے پہلے ہی اس شخص کو بیچ دے، یا ادھار کی مدت معلوم نہ ہو تو ان صورتوں میں معاملہ ناجائز ہو جائے گا۔

جب یہ شخص کھاد کے ڈیلر سے اس کے موبائل ادھار خرید کر ان پر قبضہ کر لے تو پھر انہیں اپنی رضامندی سے اوپن مارکیٹ میں کھاد کے اس ڈیلر (جس سے اس نے موبائل ادھار مہنگے خریدے ہوں) اور اس کے وکیل کے علاوہ کسی کو بیچ کر نقد رقم حاصل کرے۔ کھاد کے اس ڈیلر یا اس کے وکیل کو واپس بیچنا جائز نہیں۔ جس دکان دار سے موبائل خریدے گئے ہوں اس کو بھی بیچ سکتا ہے، بشرطیکہ اس کو بیچنا پہلے سے شرط یا عرف کی وجہ سے اس طرح طے نہ ہو کہ وہ موبائل اسی کو بیچنے پر مجبور ہو، اور کسی اور کو بیچنے یا اپنے پاس رکھنے کا اسے اختیار ہی نہ ہو۔ اسی طرح ادھار اور نقد کے یہ معاملات الگ الگ ہونا ضروری ہے، ایک معاملے کو دوسرے سے مشروط کرنا جائز نہیں۔

یہ متبادل فقہی اصطلاح میں "تورق" کہلاتا ہے۔ اور "تورق" اصلاً صرف حرام سے بچنے کی ایک تدبیر ہے، لیکن اسے مستقل کاروبار بنانا شرعاً پسندیدہ نہیں۔ اگر اس شخص کو ذاتی ضروریات کے لیے نقد رقم کی ضرورت ہو اور وسعت ہو تو قرض دینا اولیٰ اور باعثِ ثواب ہے، اور اگر اسے کاروباری مقاصد کے لیے نقد رقم کی ضرورت ہو تو پھر حسبِ موقع شرکت، مضاربت، بیع استصناع یا بیع سلم (اگلے سوال کے جواب میں اس کی تفصیل آرہی ہے) وغیرہ میں سے کوئی عقد کرنا چاہیے۔

بحوث في قضايا فقهية معاصرة (2/67-46):

التورق فی اصطلاح الفقهاء: أن يشترى المرء سلعة نسيئة، ثم يبيعها نقداً لغير البائع بأقل مما اشتراها به؛ ليحصل على النقد............. وحاصل ماذكرنا أن التورق عملية جائزة

+9221-1111-68384
ask@almuftionline.com
www.almuftionline.com
Phase 1, Sector: 4, Ahsanabad, Karachi, Pakistan
المفتی آن لائن ALMUFTI ONLINE
دارالافتاء جامعۃ الرشید سے جاری ہونے والا ہر فتویٰ درج کیے گئے سوال کے مطابق دیا جاتا ہے، اگر صورتحال پوچھے گئے سوال کے برعکس ہو تو یہ فتویٰ کالعدم سمجھا جائے گا۔

فی نفسها، وغاية ما فی الباب - كما قال ابن الهمام علیہ الرحمۃ - أنه خلاف الأولی إن كان البائع يعلم أن المشتری محتاج إلی نقود لأغراضه الشخصية، ولا يشتری السلعة بثمن غال إلا بسبب حاجته إليها، فلو كان فی مكنة البائع أن يقرضه النقود التی يحتاج إليها فلا شك أنه الأفضل والأكثر أجرا، فترك الإقراض فی هذه الحالة واللجوء إلي بيع السلعة بثمن أكثر خلاف الأفضل......... و كذلك إن كان البائع يعرف أن المشتری المتورق يحتاج إلی سيولة نقدية لأغراضه التجارية، و مقصوده الحصول علی التمويل؛ فالأفضل للبائع أن يعقد معه الشركة أو المضاربة لكونهما طريقين مفضلين للتمويل، فالعدول عنهما إلی التورق خلاف الأولی كلما كان الطريق المفضل ميسرًا، ولكن لا سبيل إلی القول بأنه يجب عليه أن يعقد معه الشركة أو المضاربة و لا يدخل فی التورق.

ولكن ما ذكرنا من جواز التورّق عند جمهور الفقهاء انما يتأتی فی التورّق الذي هو عبارة عن عمليتين بسيطتين: إحداهما شراء السلعة بالأجل، و ثانيتهما بيعها فی السوق عاجلا. و التورق الذی تصوره الفقهاء و حكموا بجوازه هو أن السلعة موجودة عند البائع مملوكة له ملكًا حقيقيًا، ثم تنتقل ملكيتها إلی المشتری بحكم البيع الحقيقی الذی تتبعه جميع أحكام البيع. و لكن إذا اقترنت بهذه العملية ملابسات أخری، فلا يبعد أن يتغير الحكم، إما إلی عدم الجواز بتاتًا، أو إلی الكراهة، أو إلی ازدياد بعدها عن العمليات المفضلة........... فإن اشتری المتورق البضاعة نيابة عن المصرف، ثم اشتراه لنفسه بدون أن يرجع إلی المصرف و ينشئ معه البيع بعقد مستقل، فإن هذه العملية لا تجوز أصلا؛ لأن الوكيل لا يتولی طرفی البيع، و لأنه يجب الفصل بين الضمانين فی البضاعة. و أما إذا رجع الوكيل المتورق إلی المصرف بعد شراء البضاعة، ثم عقد معه البيع بإيجاب و قبول، فالعقد ليس باطلًا، ولكنه لا يخلو من كراهة؛ لأنه يقرب العقد إلی الصورية.......... وهناك صورة أخری للتوكيل، وهی أن المشتری المتورق بعد شراء البضاعة من البائع يوكل نفس البائع بأن يبيع البضاعة فی السوق نيابة عن المتورق...... وإن هذا التوكيل إن كان مشروطًا فی البيع الأول، بأن زيدًا اشتری البضاعة من المصرف بشرط أن يقوم ببيعها فی السوق، فإن هذا البيع فاسد؛ لأنه بيع بشرط التوكيل، و مثل ذلك العقد المشروط فاسد عند جمهور الفقهاء. أما إذا كان عقد البيع خاليا من هذا الشرط ثم وكل زيد المصرف بعقد مستقل فليس العقد فاسدا، و لكنه لا يخلو من كراهة......الخ

المعايير الشرعية (767):

2. تعريف التورق وتمييزه عن بيع العينة:

التورق: شراء سلعة بثمن آجل مساومة أو مرابحة ثم بيعها إلی غير من اشتريت منه للحصول علی النقد بثمن حال. أما العينة: فهی شراء سلعة بثمن آجل و بيعها إلی من اشتريت منه بثمن حال أقل.

+9221-1111-68384
ask@almuftionline.com
www.almuftionline.com
Phase 1, Sector: 4, Ahsanabad, Karachi, Pakistan
المفتی آن لائن ALMUFTI ONLINE

4. ضوابط صحة عملية التورق:

5/4 وجوب أن يكون بيع السلعة (محل التورق) إلى غير البائع الذى اشتريت منه بالأجل (طرف ثالث)؛ لتجنب العينة المحرمة، وألا ترجع إلى البائع بشرط أو مواطأة أو عرف.

6/4 عدم الربط بين عقد شراء السلعة بالأجل و عقد بيعها بثمن حال، بطريقة تسلب العميل حقه فى قبض السلعة، سواء كان الربط بالنص فى المستندات، أم بالعرف، أم بتصميم الإجراءات.

فتح القدير (211/7):

قوله (ومن كفل عن رجل بألف بأمره فأمره) أي فأمر الكفيلَ (الأصيلُ أن يتعين عليه حريرا) أي أن يشتري له حريرا بطريق العينة، وهو أن يشتري له حريرا بثمن هو أكثر من قيمته ليبيعه بأقل من ذلك الثمن لغير البائع، ثم يشتريه البائع من ذلك الغير بالأقل الذي اشتراه به، ويدفع ذلك الأقل إلى بائعه، فيدفعه بائعه إلى المشتري المديون، فيسلم الثوب للبائع كما كان ويستفيد الزيادة على ذلك الأقل؛ وإنما وسطا الثاني تحرزا عن شراء ما باع بأقل مما باع قبل نقد الثمن........ ومن صور العينة: أن يقرضه مثلا خمسة عشر ثم يبيعه ثوبا يساوي عشرة بخمسة عشر ويأخذ الخمسة عشر القرض منه فلم يخرج منه إلا عشرة وثبت له خمسة عشر. ومنها: أن يبيع متاعه بألفين من المستقرض إلى أجل ثم يبعث متوسطا يشتريه لنفسه بألف حالة ويقبضه ثم يبيعه من البائع الأول بألف ثم يحيل المتوسط بائعه على البائع الأول بالثمن الذي عليه وهو ألف حالة فيدفعها إلى المستقرض ويأخذ منه ألفين عند الحلول.

قالوا: وهذا البيع مكروه؛ لقوله صلى الله عليه وسلم: إذا تبايعتم بالعين وتبعتم أذناب البقر ذللتم وظهر عليكم عدوكم................ ثم الذي يقع في قلبي أن ما يخرجه الدافع إن فعلت صورة يعود فيها إليه هو أو بعضه كعود الثوب أو الحرير في الصورة الأولى وكعود العشرة في صورة إقراض الخمسة عشر فمكروه، وإلا فلا كراهة إلا خلاف الأولى على بعض الاحتمالات، كأن يحتاج المديون فيأبى المسئول أن يقرض بل أن يبيع ما يساوي عشرة بخمسة عشر إلى أجل فيشتريه المديون ويبيعه في السوق بعشرة حالة، ولا بأس في هذا؛ فإن الأجل قابله قسط من الثمن، والقرض غير واجب عليه دائما، بل هو مندوب؛ فإن تركه بمجرد رغبة عنه إلى زيادة الدنيا فمكروه، أو لعارض يعذر به فلا، وإنما يعرف ذلك في خصوصيات المواد، ومالم ترجع إليه العين التي خرجت منه لا يسمى بيع العينة؛ لأنه من العين المسترجعة لا العين مطلقا، وإلا فكل بيع بيع العينة.

أيضا رد المحتار نقلاً عن فتح القدير (326/5):

قال فى الفتح ما حاصله: إن الذى يقع فى قلبى.....اهـ، وأقره فى البحر و النهر و الشرنبلالية وهو ظاهر، وجعله السيد أبو السعود محمل قول أبى يوسف، وحمل قول محمد و الحديث على صورة العود.

+9221-1111-68384
ask@almuftionline.com
www.almuftionline.com
Phase 1, Sector: 4, Ahsanabad, Karachi, Pakistan
المفتی آن لائن
ALMUFTI ONLINE

حوالہ نمبر: 13655/43	فتویٰ نمبر: 74084/61	سائل: سید عدنان	مجیب: عبد اللہ ولی
مفتی: محمد حسین خلیل خیل	مفتی: سید عابد شاہ	مفتی:	
کتاب: خرید و فروخت کے احکام	باب: قرض اور دین سے متعلق مسائل / بیع سلم کے مسائل		تاریخ: 2021-09-13

نقد رقم لے کر واپس ادائیگی چاول میں کرنا اور بیع سلم کی شرائط

اگر کوئی شخص ہم سے نقد رقم وصول کرتا ہے اور کہتا ہے کہ پیسے آپ کو چاول کی فصل کی صورت میں ادا کروں گا۔ مثلاً وہ ہم سے 150000 روپے نقد وصول کرتا ہے، اور اس کے بدلے چاول کی فصل ادا کرے گا۔ ہم اس سے اپنا نفع اس طرح حاصل کرتے ہیں کہ ہم 150000 کی رقم کو فی بوری کھاد جو کہ 1800 روپے کی ہے، پر تقسیم کرتے ہیں، اور پھر اس سے 300 روپے فی بوری اضافی رقم وصول کرتے ہیں، مطلب وہ جو فصل ادا کرے گا وہ 2100 روپے کے حساب سے ادا کرے گا۔ کیا اس طرح نفع حاصل کرنا جائز ہے؟

وضاحت: سائل نے فون پر بتایا کہ اس صورت میں واپس چاول لینا ہی مقصد ہوتا ہے۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جب کوئی شخص آپ سے نقد رقم لے کر اس کے بدلے بعد میں چاول دینے کی بات کرتا ہے تو یہ "بیع سلم" کا معاملہ ہے۔ بیع سلم اس بیع کو کہا جاتا ہے جس میں قیمت نقد ادا کی جاتی ہے، جبکہ مبیع (بیچی جانے والی چیز) بیچنے والے کے ذمے ادھار ہوتی ہے۔ لہٰذا آپ اس شخص کو جو نقد رقم دیں گے وہ ان چاولوں کی قیمت ہوگی جو وہ بعد میں آپ کو دے گا۔ بیع سلم شرعاً جائز ہے، اور اس میں فریقین باہم رضامندی سے مبیع کی کوئی بھی قیمت طے کر سکتے ہیں؛ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں نقد 1800 روپے دے کر اس کے کے بدلے میں ادھار 2100 کے چاول کا معاملہ درست ہے۔ تاہم بیع سلم کی چند شرائط ہیں جن کی پابندی ضروری ہے، ان میں سے کسی شرط کی خلاف ورزی کی صورت میں معاملہ ناجائز ہوگا۔ بیع سلم کی شرائط مندرجہ ذیل ہیں:-

- مبیع ان اشیاء میں سے ہو جن میں بیع سلم ہو سکتی ہو۔ مثلاً چاول میں بیع سلم ہو سکتی ہے۔
- پوری قیمت پر خرید و فروخت کی مجلس میں قبضہ ہو۔
- مبیع کی جنس معلوم ہو، مثلاً صورتِ مسئولہ میں چاول ایک معلوم جنس ہے۔

+9221-1111-68384
ask@almuftionline.com
www.almuftionline.com
Phase 1, Sector: 4, Ahsanabad, Karachi, Pakistan

المفتی آن لائن
ALMUFTI ONLINE
دارالافتاء جامعۃ الرشید سے جاری ہونے والا ہر فتویٰ درج کیے گئے سوال کے مطابق دیا جاتا ہے، اگر صورتحال پوچھے گئے سوال کے برعکس ہو تو یہ فتویٰ کالعدم سمجھا جائے گا۔

- مبیع (مثلاً صورتِ مسئولہ میں چاول) کی نوع (قسم) اور صفت (کوالٹی) اس قدر وضاحت کے ساتھ بیان کر دی جائے کہ بعد میں اس کے بارے میں فریقین (خریدار اور فروخت کنندہ) کے درمیان کسی قسم کے اختلاف کا امکان نہ رہے۔
- مبیع کی مقدار واضح طور پر متعین ہو، مثلاً یہ کہ وہ شخص آپ کو اتنے کلو یا اتنے من چاول بیچ رہا ہے۔ اگر مقدار بوری کے اعتبار سے طے ہو تو پھر جس بوری کے حساب سے معاملہ ہو وہ بوری متعین ہو کہ اتنے وزن کی فلاں بوری۔ کوئی ایسا پیمانہ جس کی مقدار معلوم نہ ہو اور وہ پیمانہ عام دستیاب بھی نہ ہو، اس سے مبیع کی مقدار طے کرنا کافی نہیں۔
- چاول کی ادائیگی کی ایک متعین اور معلوم مدت طے کی جائے۔ حضراتِ حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے مفتیٰ بہ قول کے مطابق یہ مدت کم از کم ایک ماہ ہونا ضروری ہے۔
- مبیع یعنی چاول کی ادائیگی کی جگہ بھی طے کر لی جائے۔
- بیع کی نسبت کسی خاص کھیت یا زمین کے چاول کی طرف نہ ہو، بلکہ مطلقاً چاول بیچے۔ پھر بائع کو اختیار ہے، وہ بیع میں طے کردہ شرائط اور صفات کے مطابق چاول کہیں سے بھی دے سکتا ہے، اپنی فصل سے بھی اور کہیں اور سے بھی۔
- چاول کی خریداری کے وقت سے لے کر خریدار کو سپرد کرنے کی مقررہ تاریخ تک اُسی قسم اور کوالٹی کے چاول بازار سے بالکل ختم (شارٹ) نہ ہوں۔

صورتِ مسئولہ میں اگر فریقین مذکورہ بالا تمام شرائط کا خیال رکھیں گے تو یہ معاملہ جائز ہوگا۔

مختصر القدوری (178):

السلم جائز في المكيلات والموزونات والمعدودات التي لا تتفاوت كالجوز والبيض وفي المذروعات، .... ولا يجوز السلم حتى يكون المسلم فيه موجودا من حين العقد إلى حين المحل، ولا يصح السلم إلا مؤجلا ولا يجوز إلا بأجل معلوم، ولا يجوز السلم بمكيال رجل بعينه ولا بذراع رجل بعينه، ولا في طعام قرية بعينها ولا ثمرة نخلة بعينها.
ولا يصح السلم عند أبي حنيفة إلا بسبع شرائط تذكر في العقد: جنسٍ معلوم، ونوعٍ معلوم، وصفةٍ معلومةٍ، ومقدارٍ معلوم، وأجلٍ معلوم، ومعرفة مقدار رأس المال إذا كان مما يتعلق العقد على مقداره كالمكيل والموزون والمعدود، وتسمية المكان الذي يوفيه فيه إذا كان له حمل ومؤنة. وقال أبو يوسف ومحمد: لا يحتاج إلى تسمية رأس المال إذا كان معينا، ولا إلى مكان التسليم، ويسلمه في موضع العقد.

+9221-1111-68384
ask@almuftionline.com
www.almuftionline.com
Phase 1, Sector: 4, Ahsanabad, Karachi, Pakistan
المفتی آن لائن
ALMUFTI ONLINE

الدر المختار (214/5):

(......وأجل وأقله) في السلم (شهر) به يفتي.

رد المحتار (214/5):

قوله (في السلم) احتراز عن خيار الشرط ولا حاجة إليه. قوله (به يفتى). وقيل ثلاثة أيام. وقيل أكثر من نصف يوم. وقيل ينظر إلى العرف في تأجيل مثله. والأول أي ما في المتن أصح وبه يفتى زيلعي، وهو المعتمد بحر، وهو المذهب نهر.

فقه البيوع (577-578/1):

ثم اختلف الفقهاء في تحديد أقل مدة السلم في تأجيل السلم، لأنه لم يرد فيه نص فروي عن الإمام محمد بن الحسن رحمه الله تعالي أنه مقدر بشهر، لأنه أدني الأجل أقصي العاجل. ويقرب منه مذهب الحنابلة حيث قالوا من شرط الأجل أن يكون مدة لها وقع في الثمن كالشهر وماقاربه. وقد رويت عن مشائخ الحنفية روايات مختلفة، منها ما روي عن الكرخي رحمه الله أنه مقدار مايمكن فيه تحصيل المسلم فيه، وعنه أن ينظر إلي مقدار المسلم فيه، وإلي عرف الناس في تأجيل مثله، وقدره بعضهم بثلاثة أيام قياسا علي خيار الشرط، وبعضهم بنصف اليوم، واختار صاحب الهداية وابن الهمام التقدير بشهر علي قول الإمام محمد رحمه الله تعالي. وقدر المالكية أدنى مدة السلم بنصف شهر. أما الشافعية فليس عندهم أجل مقدر بل إنهم يجوزون السلم الحال كما مر.

وبما أنه ليس هناك نص في تحديد مدة السلم فإن المجلس الشرعي لهيئة المحاسبة والمراجعة للمؤسسات المالية الإسلامية لم يحدد مدة لأجل السلم فجاء في المعيار الشرعي للسلم:

> يشترط أن يكون أجل تسليم المسلم فيه معلوما على نحو يزيل الجهالة المفضية إلى النزاع، ولا مانع من تحديد آجال متعددة لتسليم المسلم فيه على دفعات بشرط تعجيل رأس مال السلم كله.

وهذا مبني علي قول رسول الله صلي الله تعالي عليه وسلم " فليسلف في أجل معلوم، بدون تقييد الأجل بمدة معينة، فظهر أن المقصود تعيين الأجل سواء أكان قصيرا أم طويلا. والله سبحانه وتعالى أعلم بالصواب.

والله سبحانه وتعالى أعلم
عبد الله ولی غفر الله له
دار الافتاء جامعة الرشید کراچی
5/صفر المظفر/1443ھ

الجواب صحیح
الجواب صحیح

دار الافتاء جامعة الرشيد

+9221-1111-68384
ask@almuftionline.com
www.almuftionline.com
Phase 1, Sector: 4, Ahsanabad, Karachi, Pakistan
المفتی آن لائن
ALMUFTI ONLINE

(٨)

کھاد، چاول اور گندم کا کاروبار

13655
43

دارالافتاء
جامعۃ الرشید
احسن آباد کراچی اسلامی جمہوریہ پاکستان
رمضان

السلام علیکم!

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں، اگر کوئی شخص کہے کہ اسے 200 بوری کھاد چاہیے۔ جس کا ریٹ نقد رقم 1800 روپے ہے۔ لیکن خریدار وہ پیسے 6 ماہ بعد ادا کرے گا اور 6 ماہ بعد وہ اضافی 300 روپے فی بوری ادا کرے گا۔ یعنی 6 ماہ بعد خریدار 2100 روپے کے حساب سے پیسے واپس کرے گا۔ اور اس بات پر وہ خود سے رضامند بھی ہے۔ کیا اس طرح سے اگر بات طے پا جائے تو یہ اضافی رقم لینا جائز ہے؟

2) اگر کسی شخص کو نقد رقم کی ضرورت ہے اور وہ ہمارے پاس آتا اور کہتا ہے کہ اسے 200 بوری کھاد کے پیسے دے دیں جو کہ نقد رقم 1800 روپے فی بوری کے حساب سے ہے جبکہ مقروض کہتا ہے کہ وہ پیسے چاول کی فصل کاٹ کر ادا کرے گا اور 300 روپے فی بوری اضافی ادا کرے گا یعنی 2100 روپے فی بوری ادا کرے گا (یا[علہ] پھر وہ 2100 روپے کے حساب سے چاول کی فصل دے دے گا یعنی اپنی فصل ہمیں دے گا اور ہم نے جو نقد رقم ادا کی ہے وہ 1800 روپے فی بوری تھی تو کیا اس طریقہ کار کے ساتھ 300 روپے اضافی لے سکتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟

علہ بین القوسین سوال بعینہ آگے 4) پر آرہا ہے، اس لیے اس کا جواب یہاں نہیں لکھا جارہا، وہیں 4) پر اس کا جواب ملاحظہ فرمالیں ۱۲ عبداللہ

3) اگر کسی شخص کو نقد رقم کی ضرورت ہے اور وہ ہمارے پاس آتا اور چاہتا ہے کہ اسے 200 بوری کھاد کے پیسے مل جائیں اور وہ طریقہ اختیار کرتا ہے کسی موبائل والی دکان سے بات طے کرتا ہے کہ ہم اس کو 200 بوری کھاد کے جو پیسے بنتے ہیں اس

رقم سے موبائل خرید دیں یعنی اگر 200 بوری کھاد کی رقم 350,000 کی بنتی ہے تو ہم اسے اتنی رقم کے موبائل خرید دیتے ہیں۔ اس کے بعد وہ شخص وہی موبائل فون اسی دکان والے کو واپس کر کے 350,000 نقد رقم وصول کر لیتا ہے کیونکہ اس نے دکان دار سے پہلے سے بات طے کی ہوئی ہے۔ اور وہ پیسے جو 350,000 200 بوری کھاد کی بنتی ہے وہ پیسے 3 ماہ واپس کرے گا اور 300 روپے فی بوری اضافی ادا کرے گا یعنی 2100 روپے فی بوری ادا کرے گا اور وہ شخص اس بات پر رضامند ہے، کیا اس طریقہ کار سے نفع حاصل کرنا جائز ہے؟ عہ

4) اگر کوئی شخص ہم سے نقد رقم وصول کرتا ہے اور کہتا ہے کہ پیسے آپ کو چاول کی فصل کی صورت میں ادا کروں گا۔ مثلاً 150000 اس نے ہم سے نقد وصول کیا اور اس کے بدلے چاول فصل ادا کرے گا اور ہم اس سے اپنا نفع اس صورت میں حاصل کرتے ہیں ہم 150,000 کی رقم کو فی بوری کھاد جو کہ 1800 روپے کی ہے اس پر تقسیم کرتے ہیں اور ہم اس سے پھر 300 روپے فی بوری اضافی وصول کرتے ہیں مطلب جو وہ فصل ادا کرے گا وہ 2100 روپے کے حساب سے ادا کرے گا کیا اس طرح نفع حاصل کرنا جائز ہے؟ (سائل نے فون پر بتایا کہ اس صورت میں واپسی چاول اپنا ہی مقصود ہوتا ہے)

عہ وضاحت: سائل نے فون پر بتایا کہ کھاد کا ڈیلر اور موبائل فروخت کرنے والے الگ الگ ہوتے ہیں۔ کھاد کا ڈیلر اس شخص کے ساتھ بازار جاتا ہے، یہ جس موبائل کی دکان سے موبائل خریدنا چاہتا ہے تو اس کے لیے موبائل کی خریداری کر لیتا ہے، کھاد کا ڈیلر اس کی طرف سے قیمت کی ادائیگی کر لیتا ہے، اور پھر اپنے پیسے کھاد کی فی بوری قیمت میں 300 روپے کا اضافہ کر کے وصول کرتا ہے۔ موبائل کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ شخص کی طرف سے قیمت دیتا ہے۔ یہ شخص پھر وہ موبائل اسی دکان دار کو بیچ کر نقد رقم حاصل کر لیتا ہے۔ کھاد والے کا پھر اس معاملے سے مزید تعلق نہیں ہوتا ۱۲

~~مسید ملتان~~
مسید ملتان
بمعرفت
محمد عمر (انتظامیہ جامعہ)
0342-4743204

دار الافتاء جامعۃ الرشید
احسن آباد کراچی اسلامی جمہوریہ پاکستان